بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على أشرف الأنبياء و المرسلين نبينا مُحَمَّد و على آله وصحبه أجمعين،أما بعد:

حیات انسانی پر گناہوں کے مضر اثرات

آج انسانی زندگی دنیا کی رنگینیوں میں بری طرح گم ہو کر رہ گئی ہے، دنیاوی رنگینیوں اور برائیوں نے بری طرح سے سماجی رشتوں اور تہذیبوں کو پامال کر رکھا ہے، ہر شخص اپنی اپنی جگہ حیران وپریشان نظر آرہا ہے اور ان پریشانیوں سے خلاصی کے لیے راہیں تلاش کر رہا ہے لیکن یہ بھی ایک بڑا المیہ ہے کہ انسان اس بے کیفی اور بے رونقی والی زندگی سے نکلنے اور اسے اطمینان وسکون سے گزارنے کے لیے جس قدر جتن کر رہا ہے معاملہ مزید الجھتا جارہا ہے، کیوں ہماری تدبیریں رائیگاں جارہی ہیں؟ کیوں ہمیں راہیں نہیں مل رہی ہیں؟ کیوں مال ومتاع اور اسباب ووسائل کی وافر مقدار میں فراوانی کے باوجود مال وروزی اور زندگی سے برکت ختم ہوتی جارہی ہے؟ آخر کیوں جدید ٹکنالوجی اور سوشل میڈیائی آلات ونظام کی بہتات کے باوجود رشتے ناطے ،قرابت داری ٹوٹتی جارہی ہے؟ آخر کیوں مسلمانوں پر پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنا گراں گزرتا ہے، حتی کہ بہت سے ایسے ہیں جو مطلقا پڑھتے ہی نہیں؟بے شمار انواع واقسام کے تفریحی وترفیہی سازوسامان اور وسائل کی بہتات کے باوجود لوگوں میں گھبراہٹ، بے چینی واضطرابی، بے سکونی وبے اطمئنانی، حزن وملال اور رنجیدگی کا دور دورہ کیوں ہے؟ بڑے بڑے سہولیاتی اور معالجاتی آلات سے بھرپور ہوسپیٹلس اور مختلف اقسام کے طریقہء علاج کے رہتے ہوئے، جدید اور مشکل بیماریاں جو پہلے لوگوں کے علم میں نہیں تھیں آج لوگ ان سے نبرد آزماں ہیں؟ جدھر بھی نظر دورائیں انسانی معاشرے اور آبادیوں سے امن وسکون تہ وبالا ہوتا جارہا ہے، ان کے عیش وآرام میں خلل واقع ہورہا ہے،اور اس کی جگہ مصائب و آلام،تکلیف دہ واقعات،خوف ودہشت،سلب ونہب ، قتل وغارت گری،خونریزی اور تصادم،ارضی وسماوی آفات،زلزلے،سیلاب،بھوک مری،قحط سالی، کثرت موت،عام ہے۔انسان ایک دوسرے پر ظلم کررہے ہیں، اللہ کی حدوں کو پامال اور اخلاقی ضابطوں کو توڑرہے ہیں، زمین فساد سے بھرتی جارہی ہے، ہر جاندار حیران وپریشان نظر آرہاہے، آخر کیوں؟

کبھی آپ نے ٹھنڈے دل ودماغ سے ان مسائل کے بارے میں غوروخوض کیا ہے؟ کیا کبھی آپ نے بے اطمینانی اور بے رونقی کی زندگی سے نکل کر ابدی راحت وسکون والی زندگی حاصل کرنے کے بارے میں سوچا

ہے؟ یہ اور اس طرح کے بہت سارے سوالات ہیں جن کا تشفی بخش جواب اور حل ڈھونڈنے اور تلاش و جستجو کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ بہیترے لوگ ان سوالوں کا جواب صرف مادی وسائل کی کمی سے دیتے ہیں اور در پیش مسئلہ میں معنوی اور ایمانی پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے اور ادنی فہم رکھنے والے پر مخفی نہیں کہ صرف مادی وسائل کی کمی اس کی وجہ اصل نہیں ہے تو پھر آخر وجہ کیا ہے؟

قارئین کرام! ان تمام پریشانیوں کی بنیادی وجہ معاصی وسیئات کی کثرت ہے، جب انسان اللہ کی نافرمانیوں کو اپنا وطیرہ بنالیں تو پھر مکافات عمل کے طور پر اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں کے اعمال و کردار کا رخ برائیوں کی طرف پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہونچی کہ تم اس جیسی دوچند پہونچا چکے، تو یہ کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے"۔[آل عمران: ١٦٥]

نیز ارشاد الٰہی ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ "خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا، اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھا دے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں"۔[الروم: ٤١]

محترم قارئین ! ذرا غور کریں کہ کس چیز نے حضرت آدم علیہ السلام کو راحت، خوشی اور مسرت کے ابدی مقام جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے رنج و غم اور مصیبت کے گھر فرش خاکی دنیا پر پہنچایا؟ کس چیز نے ابلیس لعین کو راندہ درگاہ کیا؟ کس وجہ سے قوم نوح غرق آب کی گئی کہ پانی پہاڑوں کی اونچائی سے بہہ پڑا؟ قوم عاد پر ایسی آندھی بھیجی گئی جس نے ان کے ایک ایک قد آور اور بلند وبالا فرد کو کھجور کے لمبے تنے کی طرح مُردہ اور بے حس و حرکت زمین پر ڈال دیا۔ ان کی آبادی، کھیت و کھلیان، چوپائے اور مویشی غرض ایک ایک چیز فنا کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ وہ کون سا جرم تھا جس کی پاداش میں قوم ثمود پر ایسی چیخ اور چنگھاڑ مسلط کی گئی جس کی تیز آواز نے ان کے دل، سینے اور پیٹ کو چیر کر رکھ دیا۔ اسی طرح وہ کیا غلیظ حرکات تھیں جن کے اصرار پر قوم لوطؑ کی بستیوں کو اتنا

اُونچا اُٹھایا گیا کہ آسمان کی بلندی پر فرشتوں نے ان کی بستیوں کے کتوں کی آوازیں سنیں، پھر اُس بستی کو اُلٹ کر انھیں اوندھا کر دیا گیا۔ آسمان سے ان پر پتھروں کی مسلسل بارش ہوتی رہی، اور ایک ایک متنفس ہلاک کر دیا گیا۔ وہ کون سی چیز تھی جس کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر سائبان کی شکل میں بادلوں کا عذاب نازل کیا گیا۔ فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں کیوں ڈبو دیا گیا، قارون کو اس کے مال وزر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ بنی اسرائیل پر جابر و قاہر قوموں کو مسلط کیا گیا۔ جس نے بنی اسرائیل کے مردوں کو تہِ تیغ کیا، بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنایا، گھر بار کو آگ لگا دی اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔ آخر کیوں ان مجرم قوموں پر طرح طرح کی سزاؤں کو نافذ کیا گیا، کبھی وہ موت کے گھاٹ اُتارے گئے، کبھی قید و بند میں مبتلا ہوئے۔ ان کے گھر اُجاڑے گئے اور بستیاں ویران کی گئیں، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط کیے گئے، کبھی ان کی صورتیں بندر اور سور کی بنا دی گئیں۔ بے شک وہ چیز، وہ جرم، وہ غلیظ حرکات اور عمل صرف اور صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں اختیار کیے گئے گناہوں پر اصرار تھا، جس کے نتیجے میں ماضی میں لاتعداد افراد اور قوموں کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔ یہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ "اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہی تھی کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں"۔[النحل: ۱۱۲]

احادیث مبارکہ میں بھی اللہ تعالی کے اس قانون کی وضاحت ملتی ہے کہ جب کسی قوم میں برائی عام ہو جاتی ہے تو وہ قوم ہلاک کر دی جاتی ہے۔ برائیوں کی کثرت رزق سے محرومی اور رحمتوں اور برکتوں کے چھن جانے کا سبب بنتی ہے۔ اس سے فساد عام ہوتا ہے، بیماریاں پھیلتی ہیں، دشمنوں کا خوف دلوں پر چھا جاتا ہے، سوسائٹی اضطراب و بے چینی اور انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی مہاجرین کی دس کی جماعت میں، مَیں دسواں آدمی تھا۔ (ہم بیٹھے تھے کہ) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "**یامعشر المهاجرين خمس إذا ابتليتم بهن وأعوذ بالله أن تدركوهن، لم تظهر الفاحشة في قوم قط حتى**

يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التى لم تكن مضت فى أسلافهم الذين مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤونة وجور السلطان عليهم، و لم يمنعوا الزكاة فى أموالهم إلا منعوا القطر من السماء و لو لا البهائم لم يمطروا، ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم فأخذوا بعض ما فى أيديهم، و ما لم تحكم أئمتهم بكتاب الله ويتخيروا مما أنزل الله إلا جعل الله بأسهم بينهم) (أخرجه ابن ماجه (٤٠١٩)، والطبراني في ((المعجم الأوسط)) (٤٦٧١)، والحاكم (٨٦٢٣) (وقال الألباني في سلسلة الأحاديث الصحيحة.١٠٦"حسن".

"اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو۔ ۱۔ جو قوم کھلم کھلا بُرائی اور بے حیائی کرے گی، اللہ انھیں بھوک اور طاعون میں اس طرح مبتلا کرے گا کہ اس سے پہلے کبھی کوئی اس طرح مبتلا نہیں ہوا ہو گا۔ ۲۔ اور جو ناپ تول میں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ انھیں قحط سالی، سخت محنت، مشقت اور ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم میں مبتلا کرے گا۔ ۳۔ اور جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گی، اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے قطروں سے محروم کر دے گا اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند بھی ان پر نہ برستی۔ ۴۔ جو قوم عہد شکنی کرے گی اللہ ان پر اجنبیوں کو مسلط کرے گا جو ان سے ایک ایک چیز چھین لیں گے۔ ۵۔ اور جب کسی قوم کے حکمراں اور امام، اللہ کی کتاب کے مطابق عمل نہیں کریں گے تو اللہ انھیں آپس میں سخت لڑائی اور جھگڑوں میں مبتلا کر دے گا۔

یہ اس لیے کہ گناہ گمراہی کا راستہ، شقاوت و بد بختی کا سبب اور سراپا ہلاکت ہے، اس کی وقتی لذتیں حسرت و ندامت کا باعث ہیں، اور اس کے شہوات آفات و بلیلات کا پیش خیمہ، کیوں کہ یہ دراصل اس قادر مطلق، غالب طاقتور اور قاہر ذات کے محارم ہیں جو ان کی بے حرمتی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (إن الله يغار، وإن المؤمنَ يغارُ، وغيرة الله أن يأتي المؤمن ما حرم الله عليه (صحيح البخارى: ٥٢٢٣ صحيح مسلم: ٢٧٦١) "بیشک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس کے لیے حرام کیا ہے"۔

قارئین کرام! اس میں شک نہیں کہ گناہوں کے خطرناک اثرات فرد ومعاشرہ اور پوری زندگی پر مرتب ہوتے ہیں، اس لیے کہ زندگی کی بہتری کی بنیاد اطاعت وفرماں برداری، حکم الہی پر استقامت اور دین حنیف کی پابندی میں ہے، حکم الہی سے انحراف، دین سے بیزاری، شیطانی وسوسوں کی پیروی، ضلالت و گمراہی میں بھٹکنا ہے۔ ایک دور اندیش انسان گناہ کے عواقب اور نقصانات پر غور کرے اور اس کے مضر اثرات کو محسوس کرے اور اس کے ازالے کی فکر کرے اور اس کے قریب بھی نہ بھٹکے تاکہ اس کی پوری زندگی سنور کر رہ جائے۔ ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں گناہ کے انسانی زندگی پر مضر و مذموم اثرات مختصر بیان کیے جارہے ہیں:

۱۔ گناہ کے سبب شقاوت قلبی اور دل کی تنگی: دل جو انسان کی قوت کا مرکزی نقطہ اور اس کی روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، گناہوں کی کثرت سے گنہگار کے دل پر مُہر لگ جاتی ہے، دل کی روشنی بجھ جاتی اور تنگی، قلق واضطراب، شقاوت وبدبختی کا آئینہ بن جاتا ہے، اور جب اس کے اندر تنگی آجاتی ہے تو اس کے جسم پر اس کا نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے، اور اس کا شمار غافلوں میں ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا ہے"۔ [المطففین: ١٤] اور حقیقت بھی یہی ہے کہ گناہوں کے سبب دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ گنہگار جتنا زیادہ گناہ کرتا ہے، زنگ بھی اتنا بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے، اس کے بعد بکثرت گناہ کرنے سے گناہ فطرت ثانیہ بن جاتا ہے اور دل پر اللہ کی طرف سے مُہر لگادی جاتی ہے جس کے نتیجے میں دل کے گرد غلاف اور پردہ کھنچ جاتا ہے، اس طرح جو ہدایت اور بصیرت اللہ کی طرف سے میسر ہوتی ہے وہ اس سے بھی محروم کردیا جاتا ہے اور گناہ کرنے کا ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور توبہ کا ارادہ کمزور پڑجاتا ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: (أَلَا وإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ وإِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ القَلْبُ) "واضح ہو کہ جسم میں ایک ایسا گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خرابی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے"۔ (صحیح البخاری: ٥٢ صحیح مسلم: ١٥٩٩)

اس دل کی تطہیر و پاکیزگی ایمان اور عمل صالح سے ہوتی ہے، جب کہ اس کی پلیدی، خرابی اور بگاڑ گناہوں کے باعث ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **إن المؤمن إذا أذنب كانت نكتة سوداء في قلبه فإن تاب ونزع واستغفر صقل قلبه وإن زاد زادت حتى يعلو قلبه (مسند أحمد: ٩٨/١٥ صحيح ابن ماجه: ٣٤٤١)** "مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ بن جاتا ہے اگر توبہ کرے اور اس سے باز آجائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ میں بڑھتا رہے تو سیاہ دھبہ اس کے دل پر حاوی ہو جاتا ہے"۔

۲۔ علم سے محرومی اور ذہانت کا فقدان: علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اُجالا ہے جسے اللہ سلیم الطبع قلب اور باضمیر روح میں اُتارتا ہے اور انہیں لوگوں کو عطا کرتا ہے جو نیک ہوں پرہیز گار ہوں اور اللہ کی عبادت وبندگی کرنے والے ہوں، جو دل اللہ تعالی کی اطاعت سے معمور ہوتا ہے وہ نعمت علم سے بہرور ہوتا اور ذہانت وفطانت کا مالک ہوتا ہے، اور جو گناہوں کی آلودگی کے سبب اپنے سینوں کو ویران کر بیٹھے ہیں وہ علم سے محروم رہتے ہیں کیونکہ علم انبیاء کی میراث ہے، یہی وجہ ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ امام دارالہجرہ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس طلب علم کے لیے آئے تو آپ نے ان کی فرط ذکاوت، کمال فراست اور پختہ دماغی کو دیکھ کر بطور نصیحت کہا: **إني أرى الله تعالى قد ألقى على قلبك نورا ، فلا تطفئه بظلمة المعصية** "میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالی نے تیرے دل میں نور ودیعت کی ہے لہذا اسے گناہ کی تاریکی سے مت بجھانا" (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي، لابن القيم، ص١٠٤)۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے:

شكوتُ إلى وكيعٍ سُوءَ حِفظي   فأرشدني إلى ترك المعاصي
وقال اعلم بأن العلم فضل   وفضلُ الله لا يُؤتاه عاص

"میں نے (اپنے استاد) وکیع سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی۔ انھوں نے نصیحت کی کہ معصیت اور گناہ کو چھوڑ دو۔ جان لو کہ علم اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے، اور اللہ کا فضل و کرم کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا"۔(ديوان الشافعي، ص٨٨، الجواب الكافي، لابن القيم، ص١٠٤)

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی فسق وفجور کے ارتکاب کے باوجود بلاکی ذہانت اور حاضر دماغی میں مشہور ہے ایسا کیسے ہو سکتا ہے، جیسا کہ آج قوم یہود ہر طرح کی تحقیق وجستجو اور ایجادات وانکشافات کر رہی ہے حالانکہ کے وہ اللہ کی نافرمان قوم ہے؟ تو اس کا جواب اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: {واتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آياتِنا فَانْسَلَخَ مِنْها فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطانُ فَكانَ مِنَ الْغاوِينَ (١٧٥) ولَوْ شِئْنا لَرَفَعْناهُ بِها ولكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الأَرْضِ واتَّبَعَ هَواهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآياتِنا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (١٧٦) اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا(١٧٥)اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کے بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں"۔(١٧٦)[الأعراف: ١٧٥ – ١٧٦]

"مفسرین نے اسے کسی ایک متعین شخص سے متعلق قرار دیا ہے جسے کتاب الہی کا علم حاصل تھا لیکن پھر وہ دنیا اور شیطان کے پیچھے لگ کر گمراہ ہو گیا۔ تاہم اس کی تعیین میں کوئی مستند بات بھی مروی نہیں۔ اس لیے اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عام ہے اور ایسے افراد ہر امت اور ہر دور میں ہوتے رہے ہیں، جو بھی اس صفت کا حامل ہو گا، وہ اس کا مصداق قرار پائے گا"۔(احسن البیان،٤٦٧)

٣۔ گناہ کے سبب برکت میں کمی: گناہوں کے ارتکاب کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ کثرتِ گناہ سے برکت مٹ جاتی ہے۔ روزی، علم ومعرفت، کردار اور اطاعت وبندگی کی برکتیں مٹتی جاتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق وفجور اور گناہ سے اس کا اُلٹا اثر ہونا ناگزیر ہے۔ زندگی سے برکتیں ناپید ہو جاتی ہیں، زندگی کی برکتیں زائل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح کثرتِ گناہ سے زندگی کا دورانیہ کم ہو جاتا ہے اور روزی میں کمی آجاتی ہے۔ حدیث میں ہے" إن العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه" (مسند احمد٢٧٧/٥)

"بندہ اپنے ارتکاب گناہ سے روزی ورزق سے محروم ہو جاتا ہے"۔اس کے برعکس تقویٰ اور پرہیز گاری روزگار کو کھینچ لاتے ہیں اور زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ " اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا"۔[الأعراف: ٩٦]

۴۔**گناہ کی طرف رجحان:** ایک برائی سے دوسری برائی جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد انسان اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے کے قابل نہیں ہو پاتا۔ برائی کا اثر یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد دوسری برائی بھی کرتا ہے، کیونکہ گناہ سے گناہ ہی نکلتا اور پیدا ہوتا ہے، ایک گناہ دوسرے گناہ کی جانب رہنمائی کرتی ہے، جب کہ نیکی کا صلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ گویا جب کوئی بندہ نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کر، پھر تیسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا، اس طرح یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ بندہ نیک بن جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی معاملہ برائیوں کے ساتھ بھی ہے، ایک برائی کو چھپانے کے لیے دوسری برائی کا ارتکاب ہوتا ہے، اس طرح برائیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۵۔**گناہ کی قباحت دل سے محو ہو جانا:** کثرتِ گناہ سے انسان کے دل میں گناہ کا احساس باقی نہیں رہتا، گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہو جاتا ہے، یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن مسعودؓ سے یہ روایت مذکور ہے کہ: ”مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اُونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے، اور فاسق و فاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے (ہاتھ ہلانے) سے مکھی اُڑ کر چلی جاتی ہو“۔(صحیح بخاری۔ حدیث نمبر:٦٣٠٨)

٦۔**نعمتوں کا زوال:** اللہ تعالی نیکی اور شکر گزاری کے باعث نعمتیں عنایت کرتا بلکہ اس میں اضافہ کرتا ہے،

وہیں کفران نعمت اور گناہ کے باعث نعمتیں چھین بھی لیتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ "اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنوگے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کروگے تو میری سزا بہت سخت ہے"۔
[إبراهيم: ۷]

مسند احمد میں عبد الرحمن بن جبیر بن نُفیر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میرے والد جبیر بن نُفیر نے فرمایا: جب مسلمانوں کو قبرص پر فتح نصیب ہوئی تو اس کے باشندے ڈر گئے اور سب اکٹھا ہو کر رونے لگے، میں نے ادھر ابو درداء رضی اللہ عنہ کو بھی تنہائی میں بیٹھ کر روتے دیکھا، میں نے ان سے دریافت کیا: " يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ مَا يُبْكِيكَ فِي يَوْمٍ أَعَزَّ اللَّهُ فِيهِ الإِسْلامَ وَأَهْلَهُ ؟"اے ابو درداء! کون سی چیز آپ کو ایسے دن رلانے کا باعث بنی ہے جس دن اللہ تعالی نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی ہے" انہوں نے فرمایا: "وَيْحَكَ يَا جُبَيْرُ مَا أَهْوَنَ الْخَلْقَ عَلَى اللَّهِ إِذَا هُمْ تَرَكُوا أَمْرَهُ ! بَيْنَا هِيَ أُمَّةٌ قَاهِرَةٌ ظَاهِرَةٌ لَهُمُ الْمُلْكُ تَرَكُوا أَمْرَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَصَارُوا إِلَى مَا تَرَى " "اللہ تم پر رحم کرے اے جبیر! اللہ رب العزت کے پاس مخلوق کس قدر ذلیل ہو جاتی ہے جب وہ اس کے احکام کو پامال کرتی ہے، یہ نہایت غالب اور طاقت ور قوم تھی، حکومت ان کے ہاتھ میں تھی، تاہم احکام الٰہی سے روگردانی کرنے کے باعث آج ان کی یہ حالت ہو رہی ہے"۔(في الزهد (762). وأخرجه سعيد بن منصور في سننه (2660) وابن أبي الدنيا في العقوبات (۲) وأبو نعيم في الحلية (1/ 216 - 217) وابن عساكر في تاريخ دمشق (47/ 186) مختصرًا، من طريق خالد بن معدان وعبد الرحمن بن جبير بن نفير عن أبيه فذكره. وسنده صحيح).

۷۔ نحوست: گنہگار کی نحوست کے باعث دوسرے لوگ حتی کہ چوپائے بھی خیر سے محروم ہو جاتے ہیں: اسی لیے مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: إن البهائِم تلعَنُ عُصاة بني آدم إذا اشتدت السنةُ وأمسكَ المطر، تقول هذا بشؤم معصية ابن آدم "جب قحط سالی آتی ہے یا بارش رک جاتی ہے تو چوپائے اولاد آدم کے گنہگاروں پر لعنت بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ در اصل بنو آدم کے گناہوں کی نحوست کے سبب سے ہے"۔(الجواب الكافي ۵۸/۱)

۸۔ وحشت اور گھبراہٹ کا احساس: گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اَن دیکھے خوف، پریشانی اور گھبراہٹ سے دوچار رہتا ہے، یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت نہ اسے مزا دیتی ہے اور نہ کسی قسم کا آرام پہنچانے دیتی ہے۔ اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کے اندر ایمان کی رمق ہو، ورنہ جس کے دل پر مہر لگ جائے تو اسے کہاں احساس ہو گا؟ اس لیے دانا اور ہوش مند کے لیے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے۔

۹۔ گناہ ذلت ورسوائی کا سبب ہے: گناہوں اور معصیت کے ارتکاب سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہے اور اُس کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ گناہ گاروں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے ذلیل وخوار ہو کر اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزتِ نفس کا انھیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں گناہوں سے محفوظ رکھتا۔ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ "اور جسے اللہ ذلیل وخوار کردے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے"۔[الحج: ۱۸]

۱۰۔ مخلوق خدا اور صالحین کے دلوں میں گنہگاروں کے تئیں نفرت پیدا ہو جاتی ہے: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **إنَّ اللهَ ، إذا أحبَّ عبدًا، دعا جبريلَ فقال: إنِّي أحبُّ فلانًا فأحِبَّه . قال فيُحبُّه جبريلُ. ثمَّ يُنادي في السَّماءِ فيقولُ : إنَّ اللهَ يُحبُّ فلانًا فأحِبُّوه . فيُحبُّه أهلُ السَّماءِ. قال ثمَّ يُوضعُ له القَبولُ في الأرضِ. وإذا أبغض عبدًا دعا جبريلَ فيقولُ: إنِّي أُبغِضُ فلانًا فأبغِضْه . قال فيُبغضُه جبريلُ . ثمَّ يُنادي في أهلِ السَّماءِ :إنَّ اللهَ يُبغِضُ فلانًا فأبغِضوه. قال فيُبغِضونه. ثمَّ تُوضعُ له البغضاءُ في الأرضِ(صحيح مسلم: ٢٦٣٧)**

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں ندا لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین

والوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالی کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو چنانچہ اس سے جبریل علیہ السلام بغض رکھنے لگتے ہیں، پھر آسمان والوں میں ندا لگاتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم سب بھی اس سے بغض رکھو چنانچہ سارے اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کا بغض ڈال دیا جاتا ہے"۔

۱۱۔ قوتِ ارادی میں کمزوری: مسلسل گناہوں کے ارتکاب سے برائی کا ارادہ نمو پاتا اور پرہیز گاری پر مبنی زندگی گزارنے کا ارادہ آہستہ آہستہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یوں ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب توبہ کا خیال یکسر دل سے نکل جاتا ہے۔ پھر دل میں مایوسی، اُداسی، سستی کے گھر کر لینے کی وجہ سے بندگی کا حق ادا کرنے کا حوصلہ باقی نہیں رہتا ہے۔ دل میں کثرتِ گناہ کی وجہ سے یہ خیال ہر وقت انگڑائیاں لے رہا ہوتا ہے کہ کوئی موقع ملے اور گناہ کر گزرے اور اپنی نفسانی خواہش پوری کرے۔

۱۲۔ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے: خصوصا اصحاب خیر و صلاح سے ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دور بھاگتا ہے اور نتیجتا ان سے استفادہ سے ہی محروم ہو جاتا ہے۔ علما و صلحا سے دور ہونے کی وجہ سے شیطانی گروہ سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس کی وحشت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اپنے بچوں، اقربا، اعزہ بلکہ اپنی جان سے بھی وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے۔

۱۳۔ گنہگار کے ہر معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں، جس کام کا وہ ارادہ کرتا ہے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے یا وہ اسے سخت دشوار پاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو آدمی اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔ نافرمان آدمی اپنے قلب میں ایک خطرناک ظلمت و تاریکی اس طرح محسوس کرتا ہے جیسے آدمی تاریک رات کی ظلمت اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

۱۵۔ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو ظاہر ہے یہ بڑھتے بڑھتے بالآخر زندگی کو ختم کر دیتی ہے۔ جسم کی کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دارومدار اس کے قلب کی

قوت پر ہے اگر قلب قوی اور مظبوط ہے تو اس کا جسم بھی قوی اور مظبوط ہوتا ہے،اس کے بر عکس فاسق وفاجر اگرچہ جسم وبدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو لیکن بزدل اور کمزور ہوتا ہے۔اہل فارس وروم کے بہادروں کو دیکھیئے کہ کس قدر قوی اور مظبوط تھے لیکن ان کی قوتوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور ایل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم وقلب کی طاقت سے ان پر غالب ہوگئے۔

۱۶۔ آخرت میں دردناک عذاب: اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہو سکتا ہے کہ گناہ کے باعث قبر میں تاریکی ہوگی قیامت کے دن ہر طرح کی پریشانی ہوگی اور جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا۔

لہذااس آگ سے ڈرو جس کی تپش تم برداشت نہیں کرسکتے اور نہ ہی اسے دور کرنے پہ قادر ہوسکتے ہو، جس دن نیکوکاروں کو نیکی کا بدلہ ملے گا اور بدکاروں کو بدی کی سزا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ * وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ'' پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا (۷) اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا ''۔[الزلزلة: ۷ – ۸]

پس چہ باید کرد:

گناہوں کے نقصانات اور مضرو مذموم اثرات بیان کرنے بعد اب ہمارا اس کے تئیں کیا موقف ہونا چاہئے ؟ ظاہر ہے کہ توبہ اور انابت الی اللہ۔لہذا ہم گناہوں کے ارتکاب سے بالکلیہ باز آجائیں گناہوں پر نادم اور پشیمان ہوں اور انہیں چھوڑنے کا پختہ عزم کریں اور اگر بندوں کے حقوق میں کوئی کوتاہی وغفلت ہوگئی ہو تو اس کی تلافی وتدارک بھی کرلیں، آخر غفلت اور بے حسی کب تک اور احکام الہی سے بغاوت تابکے؟ موت کا ایک دن مقرر ہے جس کی ہمیں خبر نہیں، اس لیے اللہ کے سامنے جھکیں، توبہ واستغفار کریں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں وہ غفور رحیم ہے۔وہ توپکار رہا ہے: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے

مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گنا ہوں کو معاف کر دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے"۔
[الزمر: ۵۳]

االلہ تعالی سے دعاہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کی توفیق بخشے اور خیر وبھلائی کے راستے پر گامزن فرمادے۔ آمین۔

استفادہ از: کتاب الجواب الکافی، الامام شمس الدین ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ
اخذ وترتیب: محمد جاوید اختر مدنی
داعیہ: جمعیۃ الدعوۃ والإرشاد، حوطہ بنی تمیم